Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.3
ISSN No. 2456-1665

ولی دکنی : مختصر تعرف

Dr.Syed Imaduddin Syed Akhtar ڈاکٹر سید عماد الدین سید اختر
Assistant Professor Mrs. K.S.K College, Beed اسیسوسیٹ پروفیسر میز کے اس کے کالج ،بیڑ

ولی کے حالاتِ زندگی کے بارے میں اب تک کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکی۔ولی دکنی کے نام،ان کے آبائی وطن اور حتّیٰ کہ اُردوشاعری میں اُن کا باوا آدم ہونے میں بھی تذکرہ نگاروں کے بیانات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ولی دکنی کے نام سے متعلق بھی ابہام پایا جاتا ہے کہ اُن کا پورا نام کیا ہے؟ محمد حسین آزاد نے اپنی تصنیف آبِ حیات میں ولی کا نام شمس ولی اللہ لکھا ہے۔میر حسن اور مرزا علی لطف نے ولی اللہ، نصیر الدین ہاشمی اور ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے ولی محمد جب کہ ظہیر الدین مدنی نے محمد ولی اللہ کو اصل نام ٹھہرایا ہے۔چنانچہ ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی اور سخاوت مرزا علی گڑھ تاریخِ اُردو ادب میں رقم طراز ہیں کہ " خاندانی شجرے میں ولی دکنی کا نام "شاہ ولی اللہ" دیا ہوا ہے۔دوسری مستند دستاویزوں میں اُن کا نام " میاں ولی اللہ " درج ہے۔غرض کہ مذکورہ دستاویزوں اور تائیدی شہادتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ولی دکنی کا صحیح نام "محمد ولی اللہ" تھا۔

بہر حال مذکورہ تحقیقات سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ولی دکنی کا پورا نام / اصل نام ولی محمد یا ولی اللہ تھا مگر ولی ان کی شناخت اور وجہ شہرت بنا۔ولی کے نام کی طرح ولی کی جائے پیدائش بھی تذکرہ نگاروں میں اور محققین کے درمیان متنازعہ رہی ہے۔اردو غزل کے باوا آدم! اردو میں شاعری کا سلسلہ اگر چہ بہت پہلے امیر خسرو کے عہد سے ہی شروع ہو گیا تھا۔لیکن شعراء میں ہندی،ہندوی یا ریختہ کو جو اردو کے ہی دوسرے نام ہیں،وہ عزت و مرتبہ حاصل نہیں تھا جو فارسی کو حاصل تھا۔شاعری فارسی میں کی جاتی تھی اور شعراء تفریحاً اردو میں بھی شعر کہہ لیتے تھے۔یعنی شاعر رہتے تو ہندوستان میں تھے لیکن تقلید ایرانی شاعروں کی کرتے تھے۔اس صورت حال نے احساس اور اس کے بیان کے بیچ ایک خلاء سا پیدا کر دیا تھا جسے پر کرنے کی ضرورت لازماً محسوس کی جاتی رہی ہو گی۔ایسے میں 1720ء میں جب ولی کا دیوان دہلی پہنچا تو وہاں کے لوگ ایک حیران کن مسرت سے دوچار ہوئے اور ان کی شاعری خاص وعام میں مقبول ہوئی ان کے دیوان کی نقلیں تیار کی گئیں،ان کی غزلوں کی طرح پر غزلیں کہی گئیں اور ان کے سر پر ریختہ کی بادشاہت کا تاج رکھ دیا گیا۔ولی کو میر تقی میر سے پہلے اردو غزل میں وہی مرتبہ حاصل تھا جو بعد میں اور آج تک میر صاحب کو حاصل ہے۔ولی نے شعری اظہار کو نہ صرف یہ کہ ایک نئی زبان دی بلکہ اردو زبان کو ایک نیا شعری اظہار بھی دیا جو ہر طرح کے تصنع سے آزاد تھا۔ولی فارسی شعراء کے برعکس،خیالی نہیں بلکہ جیتے جاگتے حسن کے پرستار تھے،انہوں نے اردو غزل میں اظہار کے نئے سانچے مرتب کئے،زبان کی سطح پر دلچسپ تجربات کئے جو ردو قبول کی منازل سے گزر کر اردو غزل کی زبان کی تعمیر وترقی میں مددگار ثابت ہوئے اور اردو غزل کی ایسی جاندار روایت قائم ہوئی کہ کچھ عرصہ تک ان کے بعد کے شعراء،ریختہ میں فارسی شعری روایت کو معیوب سمجھنے لگے۔انہیں اردو میں جدید شاعری کی اولین تحریک کا بانی قرار دینا غلط نہ ہو گا۔یہ ان کی شاعری کا تاریخی پہلو ہے۔

شاعری زبان کے تخلیقی اور فنکارانہ اظہار کا ہی دوسرا نام ہے۔فارسی رسوم شاعری سے ہٹ کر اک نئی تخلیقی زبان کی طاقتور مثال پیش کرنا،جو نہ صرف قبول کی گئی ہو بلکہ جس کی تقلید بھی کی گئی ہو،ولی کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔انہوں نے عام ہندوستانی الفاظ مثلاً سجن،موہن،ادھک(زیادہ) نیہ(محبت)،پرت(پیار)،سُٹ(چھوڑنا،پنجابی)،انجھو(آنسو)کیہا(کیا،پنجابی)،سکل(تمام،ہندی) کدی(کبھی،ہندی) کو خالص اردو اور فارسی الفاظ کے ساتھ جوڑ کر نئی ترکیبیں مثلاً "برہ کا غنیم"(دشمن فراق) "پرت سے معمور"(معمور عشق)"جیو کا کشور"(کشور حیات) "نور نین" (نور چشم)،"شیریں بچن"(شیریں زبان) اور "یوم نہان"(روز غسل) وغیرہ نئی ترکیبیں اس خوبصورتی کے ساتھ استعمال کیں کہ وہ ایک زبان میں

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.3
ISSN No. 2456-1665

دوسری زبان کا بے جوڑ اور ناگوار پیوند نہیں بلکہ ایک خوبصورت "پیٹرن" اور فنکارانہ کمال کا ایک حسین نمونہ نظر آتی ہیں۔ لیکن خاص بات یہ ہے کہ ولی نے ایک ہی جھٹکے میں زبان کو الٹ پلٹ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ جس طرح کوئی حکیم صحت کے لئے نسخہ تجویز کرتے ہوئے اس کی خوراک کی مناسب مقدار بھی طے کرتا ہے اسی طرح ولی نے زبان میں جو تجربات کئے اس میں اعتدال کو بھی ملحوظ رکھا اور نئی شعری زبان کے شانہ بشانہ ایسی زبان میں بھی شعر کہے جو آج کی اردو کی طرح صاف، رواں اور فصیح سمجھی جانے والی زبان میں ہیں۔ مجموعی طور پر فرحت بخش سادہ بیانی ولی کی ایسی خصوصیت ہے جس میں کوئی دوسرا ان کا ثانی نہیں اور جو ان کو اردو کے تمام دوسرے شعراء سے ممتاز کرتی ہے۔ ولی تشبیہات کے بادشاہ ہیں۔ نئی تشبیہ تلاش کرنا، استعارہ وضع کرنے سے زیادہ مشکل کام ہے اور بہت کم شعراء نئی تشبیہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو پاتے ہیں مثال کے طور پر زلف کو لیجئے۔ زلف کے مضمون سے اردو اور فارسی شعراء کے دیوان بھرے پڑے ہیں اور اس کی تشبیہ میں بمشکل کوئی نیا پطرن آتا ہے۔ اب ولی کے شعر دیکھئے۔

زلف تیری ہے موج جمنا کی
تل نزِک اُس کے جیوں سناسی ہے
اور یہ سیہ زلف تجھ زنخداں پر
ناگنی جیوں کنوے پہ پیاسی ہے

پہلے شعر میں زلف کو جمنا کی موج اور اس کے نزدیک واقع تل کو سنیاسی سے تشبیہ دی گئی ہے اس کی معنوی خوبیوں کی وضاحت کا یہاں موقع نہیں دوسرے شعر میں زلف کو "پیاسی ناگن" سے تشبیہ دی گئی ہے زلف کی تشبیہ ناگن سے، نئی نہیں لیکن اسے پیاسی ناگن کہہ کر اس میں نیا لطف پیدا کر دیا اور ایک زہرناک وجود کو ایک حسین اوحد ردی طلب وجود بنا دیا۔ ٹھوڑی کے گڑھے کو چاہ زنخداں کہا جاتا ہے لیکن ولی نے پہلے مصرع میں لفظ "چاہ" حذف کر کے دوسرے مصرع میں لفظ "کنوے" استعمال کیا جو فنکاری کا کمال ہے۔ اسی طرح زلف پر کاکل کو حسن کے دریا کی موج سے اور خم ابرو کو محراب دعا سے تشبیہ دینا ولی کی جدت طرازی کی چند مثالیں ہیں اور ایسی مثالیں ولی کے دیوان میں کثرت سے نظر آتی ہیں۔ ولی نے غلط نہیں کہا، کرتا ہے ولی سحر سدا شعر کے فن میں / تجھ نین سے سیکھا ہے مگر جادوگری کوں۔ ولی پرستار جمال تھے۔ حسن، فطرت کا ہو یا انسانی، ان کو دونوں متاثر کرتے تھے۔ ان کا محبوب عام طور پر، اسی دنیا کا چلتا پھرتا، جیتا جاگتا انسان ہے جس کی وہ طرح طرح سے تعریفیں کرتے نہیں تھکتے۔ وہ معشوق کے ہجر میں جلنے کڑھنے اور دوسروں کو اپنا دکھڑا سنانے سے زیادہ اس سے مخاطب ہوتے ہوئے، اس سے باتیں کرتے ہوئے اور چن چن کر اس کی ہر ہر صفت کی تعریفیں کرتے نظر آتے ہیں اور اس رویہ نے ولی کو اردو شاعری کا ایک اہم سراپا نگار شاعر بنا دیا ہے۔ ولی کے یہاں "اُس" سے زیادہ "تجھ" کی ضمیر استعمال ہوئی ہے۔ وہ عام طور پر اپنے محبوب سے مخاطب رہتے ہیں، اس لئے درد ہجر اور کرب فراق کا بیان ان کے یہاں کم نظر آتا ہے۔ وہ ہجر سے زیادہ وصل کے شاعر ہیں لیکن وہ محبوب کے سامنے تہذیب اور ادب کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اُن کے یہاں نظیر اکبر آبادی جیسا پھکڑپن نہیں ملے گا، ہاں ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ کبھی کبھار کر لیتے ہیں جیسے۔

تجھ چال کی قیمت سے دِلِ نئیں ہے مرا واقف
اے مان بھری چنچل ٹک بھاو بتاتی جا

اس شعر میں جو ہلکی سی شرارت ہے اُس کو "قیمت" اور "بھاو" کی رعایت اور لفظ بھاو کی ذو معنویت کے ساتھ قیمت میں چال کی تخصیص نے جنسیت سے اوپر اٹھاتے ہوئے پر لطف بنا دیا ہے۔ ولی کے محبوب کا حسن شورانگیز ہی نہیں "آئینہ معنی نما" بھی ہے، جس کے بیان نے ان کے اشعار کو شوق انگیز بنا دیا ہے۔

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.3
ISSN No. 2456-1665

تب سے ہوا ہے دل مرا کان نمک اے بانمک
جب سے سناہوں شور میں تجھ حسن شور انگیز کا
اے ولی ہر دل کو لگتا ہے عزیز
شعر تیرا بسکہ شوق انگیز ہے

ان کی محبوبہ شوخ چنچل، موہنی، مان بھری، شیریں بچن اور گلبدن ہے جس کے سراپا کے بیان کے لئے وہ نت نئی ترکیبیں، تشبیہیں اور استعارے تلاش کرتے نظر آتے ہیں وہ فطرت کے حسن میں محبوب کا اور محبوب کے حسن میں فطرت کا حسن تلاش کرتے نظر آتے ہیں۔ دریا، موج، شفق، سورج، چاند اور دوسرے مظاہر فطرت میں ان کو اپنے محبوب کی جھلکیاں نظر آتی ہیں لیکن صوفیا کے رنگ سے ہٹ کر۔ ان کے یہاں محرومی، محزونی اور ہجر کا رونا دھونا برائے نام ہے۔ جو لوگ اردو غزل کو گل و بلبل کی شاعری کہہ کر منہ بناتے ہیں انہیں ولی کو ضرور پڑھنا چاہئے جہاں گل ہی گل ہے۔ تازہ، شگفتہ، عطر بیز اور فرحت بخش۔ بلبل بس کبھی کبھی آکر شور مچاتی ہے۔ ولی کے یہاں فلسفیانہ گہرائی، تصوف یا دل کو اداس اور سنجیدہ کر دینے والے اشعار کی تلاش غیر ضروری ہے۔ ان کے اشعار کی فرحت بخش تازہ کاری ہی ان کے کلام کا جوہر ہے۔ انہوں نے اردو غزل کو وہ راہ دکھائی اور وہ زبان عطا کی جو آگے چل کر اپنی بہترین شکل میں میر کے یہاں اور اپنی بگڑی ہوئی اور قدرے مبتذل شکل میں نظیر اکبر آبادی کے یہاں جلوہ گر ہوئی اور اردو غزل اپنے سفر کی نئی منزلیں طے کرتی رہی۔

حوالا جات:

(ا) میر تقی میر (نکات الشعرا)
(2) فتح علی گردیزی (تذکرہ ریختہ)